# ریس ازم کو کسی پہلو سے اپنے قریب نہ آنے دیں۔

# جرمنی میں اس کے خلاف عظیم جہاد کی ضرورت ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 6 رمئی 1994ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ
يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ
خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا
بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ
لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۲﴾
يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ
الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ
اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۳﴾ (الحجرات: 13-12)

پھر فرمایا:۔

آج دنیا کے مختلف ممالک میں جو بعض اہم اجتماعات ہو رہے ہیں ان کے سلسلے میں سب سے پہلے صوبہ سرحد کی طرف سے درخواست آئی ہے کہ ان کا سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ کا جمعرات سے شروع ہے اور آج جمعے کے دن جاری رہ کر شام کو اختتام پذیر ہوگا اور اب وہاں غالباً اختتام کے لمحے ہوں گے، شام ہو چکی ہوگی، جماعت احمدیہ جرمنی کی مجلس شوریٰ آج 6 رمئی بروز جمعۃ المبارک شروع ہو رہی ہے اور اس سے پہلے کچھ اجتماعات تھے جن کی اطلاع وقت پر نہیں مل سکی ان کی بھی خواہش ہے کہ ان کا نام دعا کی خاطر لے لیا جائے۔ ایک خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ ضلع میر پور خاص (سندھ) کا اجتماع تھا جو 28 اور 29 راپریل دو دن جاری رہا اور ایک خدام الاحمدیہ کراچی کا اجتماع تھا جو یکم مئی کو شروع ہوا۔ اسی طرح مسجد احمدیہ چٹا گانگ کی تعمیر کا آغاز ہوا ہے ان کی خواہش ہے کہ تمام دنیا کے احباب جماعت کو ان کے لئے دعا کی خصوصی درخواست کی جائے۔

جہاں تک مجلس شوریٰ جرمنی کا تعلق ہے آج کے خطبے میں خصوصاً ان کو موضوع بنا رہا ہوں اور ان کی وساطت سے سب دنیا کو وہی نصیحتیں ہیں خصوصاً اس لئے کہ امیر صاحب جرمنی نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ جہاں جرمنی میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت تیزی سے نشوونما پارہی ہے وہاں تربیتی مسائل بھی بہت درپیش ہیں اس لئے خصوصیت کے ساتھ اس جمعے میں مجلس شوریٰ کو تربیتی مسائل پر نصیحت کریں تا کہ ہم نئی بڑھتی ہوئی ذمہ داریوں سے کماحقہ عہدہ برآ ہوسکیں۔ یعنی جو ذمہ داریاں ہم پر عائد ہوئی ہیں ان کو عمدگی کے ساتھ جیسا کہ حق ہے ادا کرسکیں۔ مجلس شوریٰ کے ذکر میں جو باتیں میں پہلے کہہ چکا ہوں اور گزشتہ سے پیوستہ خطبے میں میں نے نصیحتیں کی تھیں وہ تو سب کے لئے قدر مشترک ہیں ان کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے مگر جرمنی کے مسائل کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے چند باتیں میں عرض کروں گا۔ جرمنی کی جماعت یورپ میں وہ جماعت ہے جو بڑی تیزی سے مختلف اقوام میں پھیل رہی ہے اور اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا مزاج پاکستانی ہے کیونکہ ہزاروں کی تعداد میں یورپین اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں داخل ہو چکے ہیں اور اس کے علاوہ افریقن اور بعض دوسری قومیں بھی مثلاً ترک اقوام، عرب، بنگالی یہ سارے ہر سال اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں دلچسپی لیتے چلے جاتے ہیں اور دلچسپیوں میں بڑھتے جا رہے ہیں اور ہر سال خدا کے فضل سے کافی تعداد ان میں سے احمدیت قبول کر رہی ہے۔ پس یہ جو مختلف اقوام کے اکٹھا ہونے کے نتیجے

میں مسائل پیدا ہوتے ہیں ان پر روشنی ڈالنے کے لئے اور ان کا حل آپ کے سامنے رکھنے کے لئے میں نے ان آیات کی تلاوت کی ہے جو سورۃ الحجرات سے آیات ۱۲ اور ۱۳ سے لی گئی تھیں۔

ضمناً یہ بھی بتا دوں کہ اس وقت جو مجلس شوریٰ جرمنی میں ہو رہی ہے اس میں تمام Nationalities کے لوگ بطور نمائندہ شامل ہیں۔ جرمن، پاکستانی، بوزنین، ترک، عرب، بنگالی اور متعدد افریقن ممالک کے نمائندگان باقاعدہ بحیثیت نمائندہ شامل ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ انہوں نے مشرقی یورپ کی بعض اور قوموں کو بھی شامل کیا ہے کہ نہیں مگر البانین بھی وہاں سینکڑوں کی تعداد میں اب خدا کے فضل سے جماعت میں داخل ہو چکے ہیں اس لئے بعید نہیں کہ البانین نمائندے بھی ان میں ہوں اور اگر نہیں تو اب ان کو شامل کر لینا چاہئے۔ اسی طرح رومانیہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت جرمنی کو توفیق ملی ہے کہ مستقل بنیادوں پر وہاں جماعت کا قیام کر لے۔ رومانین احمدی بھی جرمنی میں موجود ہیں۔ کوشش کرنی چاہئے کہ مجلس شوریٰ میں زیادہ سے زیادہ اقوام کی نمائندگی ہو اور یہ ان کی تربیت کے لئے ایک بہترین موقع ہے۔ پس پہلی نصیحت تو یہی ہے کہ مجلس شوریٰ کا دائرہ قوموں کے لحاظ سے بڑھائیں اور وسیع تر کریں اور مجلس شوریٰ میں ان کو اسلامی طرز مشاورت کا سلیقہ عطا کریں ان کو وہ اسلوب سکھائیں کہ اسلام کے نقطۂ نگاہ سے مشورہ کیسے کہا جاتا ہے اور کن شرائط کے ساتھ مشورہ دینا چاہئے اور کن شرائط کے ساتھ ان آداب کی پابندی کرنی چاہئے جو اسلامی آداب ہیں اور مشورہ قبول کس طرح ہوتا ہے اس سلسلے میں بھی اسلام مجلس شوریٰ کے موضوع پر ہر پہلو سے روشنی ڈالتا ہے یعنی اس کا ہر انداز دوسری دنیا کی قوموں کے انداز سے مختلف ہے قبول کرنے کا انداز بھی مختلف ہے۔ پس اس پہلو سے ان قوموں کو مجلس شوریٰ کی اہمیت اور اس کے اسلامی آداب سکھانے کا یہ ایک بہترین موقع ہے۔ مگر غالباً امیر صاحب کے پیش نظر کچھ روزمرہ کے تربیتی مسائل ہیں جو مختلف سمتوں سے اٹھتے ہیں اور امیر صاحب کو تنگ کرتے رہتے ہیں اس لئے میں ان امور کی روشنی میں جو مجھ تک خطوں کے ذریعے پہنچتے ہیں بعض نصیحتیں کرنی چاہتا ہوں اور مجلس شوریٰ کے نمائندگان کو چاہئے کہ ان کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر کے اپنے قلب میں جگہ دے کر، وہاں بٹھا کر پھر واپس اپنی اپنی جگہوں کو لوٹیں اور وہاں جا کر ان امور میں تربیت کی کوشش کریں۔

پہلی بات تو قرآن کریم کی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمائی ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ کہ دیکھو کوئی قوم کسی دوسری قوم سے تمسخر نہ کرے کیونکہ ہوسکتا ہے وہ ان سے بہتر نکلیں یا بہتر ہو جائیں۔ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا میں دونوں مضمون ہیں یعنی ایک پہلو یہ ہے کہ تمہیں کیا پتا کہ وہ تم سے بہتر ہوں اور بعید نہیں کہ وہ تم سے بہتر ہوں کم سے کم اس برائی میں تو ملوث نہیں جسے تم Raceism کہتے ہو اور قومی بنیاد پر کسی اور کو تحقیر سے نہیں دیکھ رہے۔ دوسرے یہ کہ ایسے لوگ جو آج نیچے ہیں کل خدا تعالیٰ کی تقدیر ان کو اوپر بھی لے آیا کرتی ہے اور ہمیشہ قومیں ایک حال پر نہیں رہا کرتیں، اس لئے فرمایا کہ تم یہ نہ کرنا کہ قومی برتری کے خیال سے دوسروں کو تحقیر سے دیکھنا۔

پاکستانی بھی وہاں بہت کثرت سے ہیں اور بعض دفعہ پاکستانیوں کا طرز عمل بھی ایسا ہوتا ہے جس سے یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمیں اپنے سے کم تر دیکھ رہے ہیں اور اس کے نتیجے میں بھی ردعمل پیدا ہو جاتے ہیں۔ باہر کی قوموں میں یہ قومی برتری کا تصور نسبتاً سادہ ہے اگر چہ سخت ہے۔ سادہ اس پہلو سے کہ سفید قوموں کو سفید قوموں کی برتری کا خیال ہے اور پھر بعض علاقوں میں یہ برتری کا خیال جرمن برتری یا فرنچ برتری یا انگلش برتری میں بھی تبدیل ہو جاتا ہے مگر ہمارے ہاں بدنصیبی سے قومی برتری کے خیالات یا توہمات فرقہ فرقہ اتنے بٹے ہوئے ہیں کہ ذات پات کی تمیز، قوموں کی تمیز یہ اتنی جڑیں پکڑ چکی ہے اور پھر مذہبی بنیادوں پر بھی ایسی باتیں ہیں جن کا ہندوستان کے معاشرے پر ہمیشہ بہت برا اثر پڑا ہے مثلاً ایک زمانہ تھا جب کہ تحریک پاکستان چل رہی تھی اس زمانے میں ہندوؤں کے اوپر تمسخر اور مذاق کہ لالہ قوم ہے اس نے کیا کرنا ہے ان کو پتا ہی نہیں لڑائی کیا ہوتی ہے اور پھر ان کے ہاتھوں اتنی مار کھائی اور ایسی ذلت اٹھائی کہ انسان اس کے تصور سے بھی شرم کے مارے سر جھکا لیتا ہے۔ یہی حال بنگلہ دیش میں اس وقت ہوا جبکہ ہندوستان کی فوجوں نے پاکستان کی ان فوجوں کو جو بنگلہ دیش میں تھیں مگر ہر دلعزیز نہیں تھیں بنگلہ دیش کی مدد سے ذلت آمیز شکست پہنچائی اور اس سے پہلے ان کے نعرے بڑے بڑے بلند تھے یہ کیا حیثیت رکھتے ہیں ہم ان کو یوں کچل دیں گے، بنگالی کیا چیز ہے۔ اس بنگالی نے پھر اس ذلّت کے ساتھ ان کو اٹھا کر اپنے ملک سے باہر پھینکا ہے کہ آج تک پاکستان کا نام قابلِ فخر نہیں بلکہ قابلِ شرم بنا ہوا ہے اور اگر کوئی شخص آج بھی پاکستان کی بات کرتا ہو، اس کی تائید کرتا ہوا وہاں ملے گا تو ساری قوم اس سے نفرت کا سلوک کرتی ہے اس لئے کہ نفرتیں

نفرتوں کے بیج دیا کرتی ہیں جن قوموں کی تذلیل کی جائے پھر ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہ بالا دستی اختیار کرتی ہیں اور پھر وہ نفرتیں یونہی مرمٹ نہیں جاتیں بلکہ اور نفرتوں کے بیج پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

پس قومی تفاخر ہو یا ذات پات کا تفاخر ہو کہانیاں بنائی ہوئی ہیں لوگوں نے کہ کوئی میراثیوں کی، کوئی جولاہوں کی اور واقعہ یہ ہے کہ وہ قومیں جو میراثیوں اور جولاہوں پہ ہنستی تھیں ان میں وہی تصور جس پر وہ ہنسا کرتی تھیں اس تصور کو لئے ہوئے بڑے جولاہے اور بڑے میراثی پیدا ہوئے ہیں اور کشمیریوں پر ہنسا کرتے تھے دیکھو وہ کس بہادری سے کتنا عظیم جہاد کر رہے ہیں اگرچہ اسے اسلامی نقطۂ نگاہ سے سو فیصدی جہاد قرار دینا یہ ایک الگ مسئلہ ہے مگر ایک مظلوم قوم ہے جو اپنی آزادی کے لئے اس وقت سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہے ہندوستان کی حکومت چاہے پسند کرے یا نہ کرے یہ درست ہے اور یہ کہنے میں مجھے کوئی باک نہیں کہ باوجود اس کے کہ ہندوستان کے دورے پر جب میں گیا تھا اور ان کو مشورے دیئے تھے کہ تم ایسے تشدد کی راہ اختیار نہ کرنا یہ کامیاب نہیں ہو سکتی۔ تمہیں سمجھوتے کرنے چاہئیں، سیاسی سطح پر اتر کے ان باتوں کو سلجھانا چاہئے، ورنہ دونوں ملکوں کا بڑا نقصان ہوگا اور کشمیر مفت میں تم دونوں کی آپس کی رقابت کی چکی میں پیسا جائے گا وہی ہو رہا ہے مگر جہاں تک کشمیری قوم کا تعلق ہے اس نے ثابت کر دکھایا ہے کہ جو ان کو بزدل کہا کرتا تھا جھوٹ بولتا تھا، بڑی بہادر اور نڈر قوم ہے، ایسی عظیم قربانیاں اتنا مسلسل دیتے چلے جانا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ مجھے تو کشمیر کی حالت دیکھ کر الجیریا یاد آتا ہے چنانچہ میں نے ایک دفعہ ایک ہندوستانی لیڈر کو جو ملنے کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے ان سے کہا تھا کہ دیکھو ڈیگال بننا پڑے گا آخر تمہیں۔ ڈیگال جیسا زبردست جرنیل اور پھر بعد میں ویسا زبردست سیاست دان بھی فرانس میں کم پیدا ہوا ہے لیکن اپنی بڑائی کے باوجود، اپنے سب تکبر کے باوجود، اپنی سب فراست کے باوجود، جنگی میدان میں معاملہ فہمی اور داؤ پیچ سمجھنے کے باوجود آخر اسے شکست تسلیم کرنی پڑی۔ پس ہندوستان کو بھی میں مشورہ دیتا ہوں کہ ظلم و ستم کی کھیل پنپا نہیں کرتی۔ کشمیر کو دوست کے طور پر چھوڑو تو بہتر ہے شدید ترین دشمن بنا کے نہ چھوڑنا۔ ورنہ جن مقاصد کی خاطر تم ہندوستان کو ایک رکھنے کے لئے اور ایک یونٹ، ایک اکائی بنائے رکھنے کے لئے جدوجہد کر رہے ہو ان کو شدید نقصان پہنچے گا مگر بہر حال ہماری تو ایک عاجزانہ حیثیت ہے۔ ہم مشورہ دیتے ہیں نیکی اور سچائی کے ساتھ یہ قوموں کا کام ہے قبول کریں نہ کریں اگر

قبول کریں گے تو ان کو فائدہ ہوگا اگر قبول نہیں کریں گے تو نقصان ہوگا یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے وہ تبدیل نہیں کر سکتے کیونکہ وہ مشورہ جو تقویٰ پر مبنی ہو اور تقویٰ اللہ کا نور ہے اس مشورے کی مخالفت کرنے والا خود اپنا نقصان اٹھاتا ہے، خود اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔

تو میں مثال دے رہا تھا کہ دیکھو قوموں کے اوپر خواہ مخواہ تمسخر کرنے کے نتیجے میں جو لوگوں کو بے وقوف سمجھا کرتے تھے وہ خود بے وقوف بن گئے۔ جو لوگوں کو بزدل سمجھا کرتے تھے انہوں نے ان کی ایسی ذلت ناک شکستیں دیں کہ آج بھی ان کے تصور سے ان لوگوں کے سر جھکتے ہیں۔ پس یہ جھوٹے اور غلط خیالات ہیں۔ یہی وہ خیالات ہیں جنہوں نے یورپ میں آج پھر سر اٹھانا شروع کیا ہے اور Racism کا تصور پھر مضبوط ہوتا چلا جا رہا ہے۔ احمدیوں کو خصوصاً جرمنی میں اس کے خلاف عظیم الشان جہاد کرنے کی ضرورت ہے ایسا جہاد جو اعلیٰ اخلاق کے ہتھیاروں سے آراستہ ہو اور حسنِ خلق کی تلوار سے آپ دلوں کو فتح کرنے والے بنیں۔

جب بھی آپ Racist کے ساتھ مقابلہ کریں گے اگر اس مقابلے میں انہی کے ہتھیار آپ اٹھائیں گے تو آپ کو ضرور مار پڑے گی اور لازماً نقصان ہوگا کیونکہ Racism ان جگہوں پر پنپتا ہے جہاں اس ریس کی طاقت پہلے ہی سے بڑی ہوتی ہے ورنہ وہ دوسری قسم کے فسادوں میں تبدیل ہو جاتا ہے یعنی بغض کا جذبہ Racism نہیں بنتا۔ Racism کا گہرا تعلق عددی اور دوسرے غلبے سے ہے جہاں غلبہ ہو اور یقین ہو کہ ہم طاقتور ہیں اور بزور بازو ہم کسی چھوٹی سی اقلیت کو مٹا سکتے ہیں وہاں اگر اقتصادی لحاظ سے وہ اقلیت کوئی چیلنج بن جائے یا بعض دوسرے پہلوؤں سے اسے کچھ برتری حاصل ہو تو اس کے رد عمل میں Racism پیدا ہوتا ہے اور پھر وہ بڑے زور کے ساتھ سر اٹھاتا ہے اور بعض دفعہ وہ ایک جنگ کا ایسا طوفان بن جاتا ہے جو سارے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ پس Racism کو اٹھنے نہ دیں یہ بہت ہی مہلک بیماری ہے اور اس کا بہت شدید نقصان پہنچے گا اور اسلام کی راہ میں بھی یہ زہر یا یوں کہنا چاہئے کہ یہ ایک شیطانی روک ہے جو اسلام کے رستے روکے گی جہاں Racism ہو وہاں اعلیٰ اقدار کے پھیلنے کا کوئی سوال باقی نہیں رہا کرتا۔ وہاں مقابلے اور جہت کے شروع ہو جاتے ہیں وہاں Poloraisation یعنی دو سمتوں میں بعض قوتوں کا مرکوز ہو جانا ایسے خطوط پر ہوتا ہے کہ ان خطوط میں پھر مذہبی اقدار کو داخل ہونے کا موقع ہی نہیں مل

سکتا۔ پس ہر پہلو سے یہ ایک نہایت ہی خطرناک مرض ہے۔

ایک پہلو سے تو مختلف قوموں کا جرمنی میں اسلام میں داخل ہونا اور احمدیت میں داخل ہونا اللہ تعالیٰ کا ایک خاص احسان ہے ویسے تو اللہ کا احسان ہی احسان ہے مگر اس پہلو سے بھی خاص احسان ہے کہ اس سے پہلے جو یہ خطرہ تھا کہ وہاں پاکستانی اور غیر پاکستانی کی Poloraisation ہو جائے گی اور اس کا مجھے ڈر تھا اور ہمیشہ اس بارے میں میں مجلس عاملہ کو بھی، دوسروں کو بھی نصیحت کرتا رہا وہ خطرہ اب ختم ہو چکا ہے۔ ٹلا نہیں بلکہ مٹ چکا ہے کیونکہ اب پاکستانی مختلف قوموں میں سے ایک قوم ہے اور جرمن بھی مختلف قوموں میں سے ایک قوم ہیں، افریقن بھی مختلف قوموں میں سے ایک قوم ہیں۔ مجھے یاد ہے جب پچھلے سالانہ جلسے پر امیر صاحب نے مجھ سے تعارف کروایا کہ اتنے افریقن ہوئے ہیں اور اتنے فلاں قوموں کے احمدی ہوئے ہیں تو ان کے چہرے پر خاص طور پر بشاشت تھی اور بے اختیار ان کے منہ سے نکلا کہ اب اللہ کے فضل سے وہ خطرہ ٹل گیا کہ فلاں پاکستانی ہے اور فلاں جرمن ہے اور ان کے آنے سے جرمنوں کی بھی بڑی تربیت ہوئی ہے تو بالکل درست بات انہوں نے کہی تھی اور جوں جوں اللہ کے فضل کے ساتھ مختلف قومیں جرمنی میں احمدیت میں داخل ہو رہی ہیں۔ احمدیت کے اندر دو ’’پولز‘‘ کے آپس میں متصادم ہو جانے کا خطرہ یہ اور زیادہ بعید ہوتا چلا جا رہا ہے مگر یہ حالات کے نتیجے میں ہے اور حالات اتفاقی ہوا کرتے ہیں۔ میں جس پہلو سے آپ کو متوجہ کر رہا ہوں وہ حالات سے بالا، حالات سے الگ، اس گہری قرآنی تعلیم کے تعلق میں بات کر رہا ہوں کہ حالات خواہ کیسے بھی ہوں احمدیت میں Racism کی جڑ پکڑنے کی کوئی گنجائش ہی باقی نہ رہے اور اس کی بنا اسلام کی تعلیم ہو۔ اس کی بنا اللہ تعالیٰ کی وہ نصیحتیں ہوں جو قرآن کریم میں بڑی شان اور قوت کے ساتھ فرمائی گئی ہیں۔ پس ایک نصیحت پکڑ لیں خواہ آپ کو ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑے جس میں آپ کے اندر Racism ابھرے اور کسی مخالف گروہ سے خطرات درپیش ہوں۔ اسلامی تعلیم پر اگر آپ عمل کرنے والے ہوں گے تو Racism کو اپنی چوکھٹ کے قریب بھی نہیں آنے دیں گے یہ وہ زہر ہے جس کا روحانیت کے ساتھ ہمیشہ کا بیر ہے۔ بیک وقت Racism اور روحانیت اکٹھے پل ہی نہیں سکتے۔ جہاں Racism آیا وہاں روحانیت اور اللہ تعالیٰ کی محبت ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جاتی ہے۔

پس کسی پہلو سے بھی Racism کو اپنے قریب نہ آنے دیں۔اس کا سایہ نہ پڑنے دیں اور اس ضمن میں بعض اعلیٰ اخلاقی قدروں کی ضرورت ہے محض مقابلے میں دلائل دینے کا کام نہیں، دلائل دینے کا موقع نہیں کیونکہ یہ وہ بیماری ہے جو دلائل سے سر نہیں ہوا کرتی، دلائل کے ذریعے اس بیماری کا ازالہ ہو ہی نہیں سکتا۔ جتنا مرضی آپ زور لگا کے دیکھ لیں۔ جب جرمنی میں ریس ازم کے جذبات یہودیوں کے خلاف پرورش پانے لگے اور پھر وہ نا ٹسی تحریک میں تبدیل ہوئے اس کے بعد آج تک ان کے کچھ اثرات باقی تھے اور جرمن قوم نے اپنی فراست کی وجہ سے ان خطرات کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا اور مختلف جرمن حکومتیں کوشش کرتی رہیں کہ دلائل کے ذریعے ان کا قلع قمع کریں اور مختلف طریق پر جرمن قوم کو سمجھاتی رہیں کہ اب ریس ازم کو قریب نہیں آنے دینا مگر جب حالات نے پلٹا کھایا ہے، جب برلن کی دیوار گری ہے تو بڑی تیزی کے ساتھ وہاں وہی خیالات دوبارہ ابھرنے شروع ہوئے ہیں۔ پس ان کا عقل سے تعلق نہیں ہے ریس ازم کا جذبات سے تعلق ہے اور جذبات کی فتح عقل سے نہیں بلکہ اخلاق سے ہوتی ہے۔ پس آپ کو اپنے اخلاق کو ترقی دینی ہوگی اور اخلاق کے ذریعے ریس ازم کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

ایک خوبی جماعت احمدیہ میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح داخل فرمائی ہے گویا ہماری فطرت ثانیہ ہے کہ وہ لوگ جو نئی قوموں سے احمدیت میں داخل ہوتے ہیں ان کے لئے احمدی بے حد محبت رکھتا ہے اور اپنے دل میں فدائیت کا جذبہ پاتا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ریس ازم کے مقابلے میں ان کو مزید طاقت عطا کرے گی پس وہ بھائی جو مختلف قوموں سے جماعت احمدیہ میں داخل ہو رہے ہیں ان سے غیر معمولی محبت کا سلوک کرتے چلے جائیں تا کہ ان کے اندر آپ کے لئے محبت کا جذبہ بڑھے، فدائیت کا جذبہ بڑھے، باہمی تعلقات کے رشتے ، محبت اور پیار کے رشتے ہوں اور یہ رشتے جب تک قائم رہیں ریس ازم اس میں جگہ نہیں پا سکتا۔ بہت سے ایسے میرے ذاتی تجارب ہیں کہ بعض قوموں سے آنے والے احمدیوں میں جب میں نے ایسے آثار دیکھے اور ان سے پہلے سے بڑھ کر زیادہ پیار کا سلوک کیا تو رفتہ رفتہ ریس ازم کے تمام آثار ان کے دلوں سے مٹ گئے اور گویا جڑوں سے اکھڑ گئے اور اس کے آثار پھر ان کے چہروں سے ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ جہاں پہلے ملاقاتوں کے بعد ایک چہرے پر تناؤ سا رہا کرتا تھا وہ سب تناؤ غائب۔ بے اختیار محبت، بے

اختیار پیار، بے اختیار ہنسی، یہ چہروں سے کھلنے لگتی ہے اور Racist جب کسی دوسرے سے ملتا ہے تو اس کے چہرے پر یہ تناؤ ضرور موجود ہوتا ہے۔ آپ لطیفہ بھی اس کو سنائیں وہ ہنس بھی پڑے تو اس میں بھی تناؤ رہے گا۔ آپ اچھی بات بھی کریں اور وہ قبول بھی کر لے پھر بھی تناؤ رہے گا اور ذرا سی غلطی آپ سے ہو تو وہ تناؤ تیوری میں بدل جائے گا، غصے میں تبدیل ہو جائے گا اور وہ بڑی سخت ناقدانہ نظروں سے آپ کو دیکھے گا اور کڑی زبان سے آپ پر تبصرہ کرے گا۔ پس اس پہلو سے چہروں کے آثار سمجھا کریں۔ جہاں بھی آپ کو ریس ازم دکھائی دے گا یہ ایسی چیز نہیں ہے جو چھپ سکے۔ نہ محبت چھپ سکتی ہے نہ نفرت چھپ سکتی ہے یہ دونوں ایسی بے اختیار کیفیتیں ہیں جن کو وقتی طور پر کوئی بڑی قابلیت سے دھوکہ دینے کی خاطر چھپا لے تو ہمیشہ نہیں چھپ سکتیں کچھ دیر کے بعد ضرور سر اٹھائیں گی ضرور دکھائی دیں گی۔ پس مجلس شوریٰ میں اس بات پر غور کریں کہ کہاں کہاں ایسے بد آثار دکھائی دیتے ہیں یا یہ نہیں کہنا چاہئے تفصیل سے، یہ میں کہوں گا اس بات پر غور کریں کہ ہمیں کن اعلیٰ اخلاق سے پہلے سے بڑھ کر متصف ہونا چاہئے کن خدمتوں میں آگے سے زیادہ بڑھنا چاہئے۔ مؤاخات کے اور کون سے ذرائع اختیار کرنا چاہئیں کہ جس کے نتیجے میں جماعت احمدیہ کے اندر ریس ازم کے داخل ہونے کا کوئی سوال باقی نہ رہے۔ ہر دروازہ بند اور مقفل کر دیا جائے۔

اس پہلو سے مؤاخات کے ضمن میں میں آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ آپ بوسنین کے ساتھ مؤاخات کر رہے ہیں یعنی جرمنی احمدی اور اللہ کے فضل سے اس کے بڑے اچھے نتائج ظاہر ہو رہے ہیں مگر بوسنین کا جہاں تک تعلق ہے وہاں ریس ازم کا خطرہ نہیں وہاں مؤاخات کسی خطرے کو ٹالنے کے لئے نہیں بلکہ انصار مدینہ کی سنت میں ہے جنہوں نے مہاجروں سے مؤاخات کی تھی اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہوا کہ اس مؤاخات میں بھی ایک ضمنی فائدہ یہ ہوا کہ ریس ازم مٹ گیا ورنہ اس سے پہلے اہل مکہ اپنے آپ کو افضل سمجھا کرتے تھے مہاجر اس قوم سے تعلق رکھتے تھے جو قریش تھے اور مدینے والوں کو وہ آرائیں کہا کرتے تھے جیسے زمیندار کہتے ہیں یہ سبزی لگانے والے، سبزی کاشت کرنے والے لوگ ہیں اور اس جہالت کے نتیجے میں ان زمینداروں نے اپنی ساری عظمتیں کھو دیں۔ آرائیں پھر ان کی قوموں پر مسلط ہوئے ان کی دولتوں پر قابض ہوئے، ان کی منڈیوں پر قبضہ کر لیا تو یہ محض جہالت کی باتیں ہیں اس زمانے میں بھی یہ باتیں کچھ نہ کچھ پائی جاتی تھیں۔ اسی لئے آج تک ارائیں اپنے

آپ کو مدینے والوں کی نسل میں سے کہتے ہیں۔ کہتے ہیں ہم وہی لوگ ہیں جو مدینے سے تعلق رکھتے تھے جن کو انصار کا لقب دیا گیا تھا بہر حال یہ بھی ایک جوابی کارروائی ہے اپنی برتری کی۔ **برتری تو اخلاق سے ہے، برتری تقویٰ سے ہے اس بات سے نہیں ہے کہ آپ مدینے والوں کی اولاد ہیں یا مکے والوں کی اولاد ہیں، اس بات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے خلف کہلانے کے مستحق ہیں کہ نہیں، محمد رسول اللہ کی اولاد ہیں کہ نہیں۔ پس یہ وہ ایک گر ہے جسے خوب سمجھ لینا چاہئے۔**

جہاں تک بوسنین کا تعلق ہے ہمارا ان سے اس وقت جو محبت کا رشتہ ہے وہ ان کی مظلومیت کے نتیجے میں طبعی طور پر پیدا ہوا ہے اور ہم سچے دل سے بھائیوں کی طرح ان کو اپناتے ہیں، ان سے پیار کرتے ہیں اور اس میں احمدی غیر احمدی کا کوئی فرق نہیں ہے۔ اس لئے جب میں نے مؤاخات کا اعلان کیا تھا تو ہرگز یہ شرط نہیں لگائی تھی کہ احمدیوں سے صرف مؤاخات کرواور اس کے نمونے کے طور پر میں نے جس خاندان سے مؤاخات کی وہ غیر احمدی ہے ابھی تک غیر احمدی ہے، اور مؤاخات کے نتیجے میں ان کو احمدی بنانے کی میں نے کبھی کوشش نہیں کی۔ لٹریچر دلاتا ہوں، ان کو ہر موقع پر سمجھاتا ہوں، دل ان کے احمدیت کے ساتھ ہیں اور احمدیت کا پیار بڑھ رہا ہے لیکن مؤاخات احمدیت سے قطع نظر تھی اور اسی طرح رہنا چاہئے کیونکہ مظلوم قوم اور مسلمان قوم ہے یہاں مکے کی ہجرت کی ساری باتیں پوری طرح صادق نہیں آتیں۔ وہاں سے جو بھی نکلا ہے مظلوم نکلا ہے اور مظلوموں کے ساتھ مؤاخات ہونی چاہئے۔ پس اپنے مؤاخات کے تعلقات میں جتنے بوسنین بھی آپ کے قرب وجوار میں رہتے ہیں آپ ان کو سنبھال سکتے ہیں۔ ان سب سے مؤاخات کے لئے آپ کو محبت کا ہاتھ بڑھانا چاہئے۔

بعض جگہ احمدیوں نے یہ غلطیاں کی ہیں کہ محبت کا ہاتھ بڑھانے سے پہلے تبلیغ شروع کی ہے اور یہ دستور کے خلاف ہے یہ عقل کے خلاف ہے حکمت کے خلاف ہے۔ تبلیغ تو ہوتی رہے گی سب دنیا میں ہم نے تبلیغ کرنی ہے۔ بوسنین کو اس لئے نہیں کرنی اب یہ گرا پڑا ہے تو اس کو سنبھالو اٹھالو آسانی سے قابو آجائے گا یہ ناجائز طریق ہے، درست نہیں ہے، اعلیٰ اخلاق کے خلاف ہے۔ بوسنین کی ضرورت اس لئے پوری کرنی ہے کہ وہ مسلمان، مجروح، زخمی، بے یارو مددگار ہے اور ایسا مظلوم ہے کہ اس آج کی تاریخ میں، جو ہمارے قریب کے زمانے کی تاریخ ہے ایسی مظلومیت کسی اور قوم میں آپ کو دکھائی نہیں دے گی۔ پس اس پہلو سے ان سے محبت کا سلوک رکھیں لیکن مؤاخات کو جہاں

بوسنین میں غیر احمدیوں میں بڑھائیں وہاں دوسری قوموں میں بھی مؤاخات جاری کریں اور وہاں احمدیوں میں خصوصیت کے ساتھ کیونکہ وہاں غیر مظلوم نہیں ہے۔ احمدی سے اس لئے مؤاخات ضروری ہے کہ وہ مہاجر ہے اپنے معاشرے کو چھوڑ کر بے معاشرہ ہو گیا ہے، ایک جگہ سے جڑا کھڑی ہے اور دوسری جگہ جڑ پکڑنے کے لئے وہ ایک Soil کی، ایک زرخیز زمین کی تلاش میں ہے اور اس نے آپ کو وہ زمین سمجھا ہے۔ پس اس پہلو سے ریس ازم کا مقابلہ کرنا ہو یا احمدیت کو ویسے تقویت دینی ہو ہر پہلو سے نہایت ہی ضروری ہے کہ نئے آنے والوں سے مؤاخات کریں اور ان میں رنگ ونسل کی تمیز نہ ہو۔ افریقن بھی ان میں سے اسی طرح مؤاخات سے فیض یافتہ ہوں جس طرح جرمن قوم آپ کی مؤاخات سے فیض یافتہ ہو جس طرح مشرقی یورپ کے آنے والے البانین یا دوسری قوموں کے باشندے آپ کی مؤاخات سے فیض اٹھانے والے ہوں۔ اس مؤاخات کے دائرے کو بڑھانا شروع کریں لیکن یاد رکھیں کہ مؤاخات کے دائرے کو آج کل کے زمانے میں بعینہٖ اسی طرح نافذ نہیں کیا جا سکتا جس طرح حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے زمانے میں مہاجرین کے ساتھ مؤاخات کی گئی تھی اس لئے مہاجرین کے ساتھ مؤاخات کا تصور سامنے رکھتے ہوئے بعض لوگ یا تو مؤاخات اپنے لئے ناممکن سمجھتے ہیں یا پھر حد سے زیادہ قربانی کرتے ہیں جو موقع اور محل کے لحاظ سے مناسب نہیں ہے۔ یہاں حالات مختلف ہیں، یہ قومیں ایسی ہیں اور آج کی تہذیب ایسی ہے کہ یہاں بھائی بھی بھائی کا نہیں بن کے رہتا۔ بیٹا ماں کا نہیں، باپ بیٹی کا نہیں ایک گھر میں جوں جوں بچے بڑے ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے سے الگ ہوتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ کھانے کے بعد باپ اپنی اولاد کو بل بھی پیش کرتے ہیں کہ اس مہینے کا خرچ ہوا ہے تو تم دو اپنی کمائی سے۔ تو یہاں، جہاں انسانیت کا معیار بگڑا ہے وہاں مؤاخات نسبتاً آسان ہوگئی ہے کیونکہ تھوڑی سی نیکی بھی مؤاخات کا رنگ اختیار کر جائے گی۔ ان کے ساتھ ایسا سلوک کہ غیر ہوتے ہوئے اپنائیت کا سلوک ہو، ضروری نہیں کہ اس سلوک میں آپ گھر آدھا بانٹ دیں اور جائیداد تقسیم کر دیں اور اپنی آمد میں خواہ آپ کا اپنا بھی گزارہ نہ چلے آپ ان کو حصے تقسیم کریں ہرگز یہ مراد نہیں ہے۔ موقع اور محل کے مطابق یہاں مؤاخات کا وہی تصور ہے جو میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ وہ سوسائٹیاں جو آپس میں پھٹ چکی ہیں یا انسانی قدروں کی کمی ہے جس کی وجہ سے وہ رشتے جو انسان کو انسان کے ساتھ باندھتے ہیں وہ یا

کٹ گئے ہیں یا مدھم اور کمزور پڑ چکے ہیں۔ آپ غیر ہو کر جب کسی سے پیار اور محبت کا سلوک کرتے ہیں، اپناتے ہیں تو وہی اس کے لئے مؤاخات ہے۔

بعض جگہ بعض احمدی اپنا دائرہ اثر بڑھانے میں اس لئے بہت کامیاب ہیں کہ ان کی عادت ہے کسی سے ملتے ہیں تو کہتے آؤ ایک چائے کی پیالی میرے ساتھ پی لو۔ اب وہ شخص ان سے زیادہ اچھا کھانے پینے والا لیکن چائے کی پیالی کو اس لئے قبول نہیں کرتا کہ اس کو چائے کی پیالی کی احتیاج ہے بلکہ اسے تعجب ہوتا ہے کہ ہم تو بعض دفعہ دوست اکٹھے بیٹھ کر جب کسی ریسٹورنٹ میں جاتے ہیں تو اپنی اپنی جیب سے پیسے نکال کر دیتے ہیں اور یہ عجیب سا شخص ہے کہتا ہے کہ میرے ساتھ آ کر چائے پی لو اور پھر بعض دفعہ وہ کہتے ہیں ہم تمہیں پاکستانی کھانا کھلائیں گے تو ایک اور تعجب دل میں پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیا چیز ہے پاکستانی کھانا۔ چنانچہ وہ عموماً قبول کر لیتے ہیں اور ان کے لئے یہی مؤاخات ہے۔ جب ایک دفعہ گھر آ جائے تو اہل خانہ کا ان سے حسن سلوک ان کے دل جیت لیتا ہے۔ پس تھوڑی قربانی سے مؤاخات کے بڑے پھل آپ کو مل سکتے ہیں اور اس پہلو سے اپنے دائرہ مؤاخات کو بڑھانا ناممکن نہیں ہے۔ اس کو وسیع کریں اور جتنی آپ کو توفیق ہے اس توفیق کی حد تک چھوٹی چھوٹی قربانیاں کریں، پیار کا اظہار کریں مگر ایک بات یاد رکھیں کہ مصنوعی محبت کبھی دل نہیں جیتا کرتی۔ محبت وہی دل جیتتی ہے جو دل سے نکلے۔ پس بعض لوگوں کو عادت ہوتی ہے وہ چالاکی سے ہر دلعزیز بننے کی کوشش کرتے ہیں اور ایسے آدمی میں نے کئی دیکھے ہیں پاکستان میں بھی ہوا کرتے تھے، جگہ جگہ دعوتیں دیتے پھرتے ہیں آؤ، اور مقاصد اور ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ ایسے دوستوں کو بنا کے پھر لوٹتے بھی ہیں۔ ایسے لوگوں کی چالاکیاں انسان ذرا بھی فراست سے دیکھے تو نظر سے چھپ نہیں سکتیں اور تھوڑے ہی دنوں میں ان کا کردار نمایاں ہو کر قوم کے سامنے بجائے عزت کے ایک ذلت کا نشان بن جاتا ہے۔

پس آپ نے اگر مؤاخات کرنی ہے تو اسلامی قدروں کے مطابق کرنی ہے اور اس سے جہاں ریس ازم کا مقابلہ ہوگا وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس کے ساتھ احمدیت کی راہیں بھی ہموار ہوں گی اور آپ کی زندگی زیادہ بہتر انداز میں کٹے گی زیادہ پر لطف ہو جائے گی۔ پس قرآن کریم فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ کہ ہوسکتا ہے وہ تم سے بہتر ہو جائیں۔ دوسری بات اس میں یہ میں

سمجھانی چاہتا ہوں کہ بسا اوقات مغرب میں جب تحقیر سے کسی کو دیکھا جاتا ہے تو ان کے متعلق جھوٹی باتیں کم بناتے ہیں جیسے ہمارے ملکوں میں عادت ہے، کوئی حقیقی نقص پکڑتے ہیں اور اس نقص کی نشاندھی کر کے پھر اس کے خلاف نفرت پھیلاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ اس میں کم سے کم ہمارے لئے یہ نصیحت ضرور ہونی چاہئے کہ ہمیں ان برائیوں کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جو ہم میں موجود ہیں اور خصوصیت سے پاکستانی معاشرے میں احمدیت کے نقطہ نگاہ سے نہیں بلکہ ملکی نقطہ نگاہ سے کچھ ایسی خرابیاں ہیں جس کی جڑیں ملک ہندوستان میں پیوستہ ہیں یعنی وہ برصغیر جسے ہندوستان کہا جاتا تھا اس کی ملکی بیماریاں ہیں جو مختلف قوموں میں کم و بیش یکساں پائی جاتی ہیں۔ اس پہلو سے اگر پاکستانیوں نے اپنی برائیوں کو دور کر کے اس خوشخبری کو پورا نہ کیا جو قرآن کریم نے دی ہے کہ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ تو پھر دوسروں کے ہاتھ میں ریس ازم کے لئے ایک جائز تلوار ضرور پکڑی رہے گی اور وہ ان برائیوں کا بہانہ بنا کر آپ کے خلاف نفرت کی تعلیم دیتے رہیں گے۔

پس جرمن قوم میں رہنے والے پاکستانیوں کے لئے از بس ضروری ہے کہ وہ اپنی برائیوں کی نشاندھی کریں اور ان کے دور کرنے کی کوشش کریں اس ضمن میں مجلس شوریٰ کو باقاعدہ کھل کر پروگرام بنانا چاہئے کیونکہ وہ برائیاں معروف ہیں ہر کس و ناکس کو علم ہے کہ کیا کیا برائیاں ہیں اس ضمن میں میں نے ایک اصلاحی کمیٹی قائم کی تھی اور ملکی سطح پر تمام ملکوں کو یہ ہدایت کی تھی کہ آپ اصلاحی کمیٹیاں قائم کریں اور بعض برائیوں کی نشاندھی کر کے پیشتر اس کے کہ وہ ناسور بن جائیں ان کی اصلاح کی کوشش کریں اور اپنے اخلاقی مریضوں کو شفا دینے کی کوشش کریں۔ بعض ملکوں نے اس نصیحت کو یاد رکھا اور ان کی ماہانہ رپورٹوں میں نہیں تو وقتاً فوقتاً سال میں ایسی رپورٹیں ملتی رہتی ہیں جس سے پتا چلتا ہے کہ وہ ان باتوں پر نظر رکھ رہے ہیں۔ لیکن بعض ملک ان باتوں کو بھلا بیٹھے ہیں۔ جرمنی میں جو اصلاحی کمیٹی ہے وہ کام کر رہی ہے اگر چہ اتنی فعال نہیں جتنی میں دیکھنا چاہتا تھا مجلس شوریٰ میں اس بات پر بھی غور کریں۔ اتنا وقت تو آپ کے پاس نہیں ہوگا کہ تمام برائیوں کا تجزیہ کر کے ان نقائص کو دور کرنے کے لئے منصوبہ بنائیں مگر اپنی اصلاحی کمیٹی کے کام پر نظر رکھتے ہوئے اسے مضبوط اور فعال بنانے کے لئے ضرور آپ کچھ تدبیریں سوچ سکتے ہیں۔

اصلاحی کمیٹی کا جو میرا تصور تھا وہ بعینہ جرمنی کی اصلاحی کمیٹی میں موجود نہیں ہے۔ اصلاحی کمیٹی تو ہے لیکن اس وقت حرکت میں آتی ہے جب بیماری سر اٹھا چکی ہوتی ہے۔ میں نے جو نصیحت کی تھی وہ یہ نہیں تھی بلکہ یہ تھی کہ اصلاحی کمیٹی صاحبِ فراست لوگوں پر اور گہری حس رکھنے والے لوگوں پر مشتمل ہونی چاہئے وہ برائیوں کو سونگھ کر پتا کریں کہ کہاں کہاں برائیوں کی بو ہے اور نظر نہ بھی آئیں تو ان کی شامّہ حسّ یعنی سونگھنے کی حسّ ان کو بتا دے کہ کہیں کوئی خطرہ موجود ہے پھر ان کو باقاعدہ بیماری بننے سے پہلے دور کریں۔ اگر آپ انتظار کرتے رہیں کہ کہیں فساد ہو جائیں، کہیں دنگے شروع ہو جائیں۔ کہیں کوئی قتل و غارت ہو جائے اور پھر اصلاحی کمیٹی حرکت میں آئے تو اصلاحی کمیٹی نہیں یہ تو پھر ایک پولیس کمیٹی بن جائے گی اور میں نے جب پہلی دفعہ نصیحت کی تھی تو خوب کھول کے یہ فرق ظاہر کیا تھا اور امورِ عامہ کو بھی میں نے سمجھایا تھا کہ امورِ عامہ کو میں پولیس نہیں دیکھنا چاہتا۔ امورِ عامہ کو میں ایسا باشعور ادارہ دیکھنا چاہتا ہوں جو آئندہ پیش آنے والے خطرات کو بھانپ کر ان بیماریوں کی اصلاح کریں جو ابھی سر نہیں اٹھا سکیں اور ان بیماریوں کی اصلاح کریں جو وبا بھی بن سکتی ہیں۔ ان کا پیش خیمہ کریں، یہ ہے اصل امورِ عامہ کا کام یعنی اور کاموں کے علاوہ۔ تو اصلاحی کمیٹی انہی خطوط پر قائم ہونی چاہئے اور اگر جرمنی میں اصلاحی کمیٹی اس بات کو بھلا بیٹھی تھی جیسا کہ مجھ پر تأثر ہے تو مجلس شوریٰ اس بات پر غور کرے اور صرف ایک مرکزی اصلاحی کمیٹی نہیں بلکہ علاقائی اور بڑے شہروں میں، شہر کی سطح پر بھی ایسی باشعور اصلاحی کمیٹیاں قائم ہونی ضروری ہیں جو ہر قسم کی برائیوں پر اس طرح نظر رکھیں کہ ابھی برائیاں عام انسان کو دکھائی نہ دینے لگیں۔

دیکھیں جب پو پھوٹتی ہے تو بہت سے لوگ ہیں جن کو وہ پو دکھائی نہیں دیتی اور اس کے لئے گہری فراست کی نظر چاہئے جسے تجربہ ہو۔ اسی لئے پرانے زمانوں میں جبکہ روزہ شروع ہونے کا وقت معلوم کرنے کے لئے وہ ذرائع موجود نہیں تھے جو اب میسر ہیں۔ اس زمانے میں مجھے یاد ہے کہ بعض لوگ اٹھ کر باہر نکل کر دیکھا کرتے تھے پو پھوٹی ہے کہ نہیں اور اس میں کوئی بچہ کہہ دیتا تھا پھوٹ گئی ہے کوئی کہتا تھا نہیں پھوٹی۔ یعنی ابھی ایسی درمیانی سی حالت ہوتی تھی پھر وہ لوگ جن کو تجربہ ہوتا تھا وہ کہتے تھے کہ نہیں پھوٹ گئی ہے پکی بات ہے اور اس پر پھر اذان ہو جاتی تھی یا کھانا بند ہوتا تھا۔ تو بعض دفعہ قومی حالات میں جو پو پھوٹتی ہے وہ بیماریوں کی پو بھی پھوٹا کرتی ہے اور ضروری نہیں کہ روشن

دن ہی طلوع ہو بعض دفعہ اندھیری راتیں بھی طلوع ہوتی ہیں یا شام کی شفق سے اگر تشبیہ دیں گے تو وہ بات پوری بنتی نہیں اس لئے میں نے عمداً صبح والی بات لی تھی۔ تو پیشتر اس کے کہ وہ اندھیرا دن طلوع ہو جائے جس کے بعد آپ کی پیش نہیں جائے گی۔ آپ آثار سے معلوم کیا کریں کہ کون کون سی وبائیں پھیلنے والی ہیں، پھیل سکتی ہیں اور ان کے ازالے کے لئے جب آپ کو کوشش کرنی ہوگی تو پھر اکیلی اصلاحی کمیٹی کا کام نہیں ہے۔ اصلاحی کمیٹی کا کام ہے محسوس کرنا اور جماعت کو متنبہ کرنا، مجلس عاملہ میں وہ باتیں پیش کرنا اور پھر مجلس عاملہ کو اپنی مجموعی حیثیت سے صرف ایک عہدیدار کو نہیں بعض دفعہ دو تین چار عہدیداروں کو متحرک کرنا ہوگا، کہیں اصلاح وارشاد کے سیکرٹری کا بیچ میں عمل دخل ہو جائے گا کہیں آپ کو بعض صورتوں میں فنانس کی ضرورت ہوگی کچھ لٹریچر شائع کرنا ہے، کہیں دورے کروانے ہوں گے، مربیوں کے نظام کو حرکت میں لانا ہوگا غرضیکہ بہت سے امکانی حل ہیں جن کے لئے بعض دفعہ مجلس عاملہ میں غور ضروری ہوا کرتا ہے۔ پس ایسے مسائل کو مجلس عاملہ میں رکھیں لیکن جہاں تک جرمنی میں اس وقت ظاہر ہونے والی بیماریوں کا تعلق ہے وہ بہت سی ایسی ہیں جو ہو چکی ہیں اور ہونے کے بعد بھی پوری نظر نہیں آ رہیں اس لئے میں جو بات کر رہا ہوں وہ تو اوپر کی بات ہے یہ ضروری ہے آئندہ کے لئے مگر اس وقت جو صورت حال ہے جرمنی کی وہ یہ ہے کہ بہت سے پاکستانی اپنے ساتھ ایسی معاشرتی بیماریاں لے آئے یا اخلاقی بدیاں لے آئے جن کی وجہ سے جماعت کو بھی نقصان پہنچ رہا ہے اور احمدیت کو بھی نقصان پہنچ رہا ہے۔ جہاں تک غیر احمدیوں کا تعلق ہے وہ خود جو چاہیں کریں، جو چاہیں کرتے پھریں وہ سمجھتے ہیں کوئی حرج نہیں ہم تو مسلمان ہیں ہمیں تو فرق نہیں پڑتا لیکن جب احمدی کوئی بات کرے تو پھر مجھے طعنوں کے خط لکھتے ہیں اور کہتے ہیں یہ جماعت احمدیہ ہے گویا کہ دل ان کا گواہی دیتا ہے کہ سب اچھی باتیں احمدیت ہی کے پاس ہونی چاہئیں اور سب بری باتوں کی چھٹی ان کو ملی ہوئی ہے۔ اس لئے اپنے اندر اگر ہزار خرابی بھی دیکھیں گے تو یہ نہیں کہیں گے کہ یہ اسلام ہے ہم یہاں کیوں بیٹھے رہیں لیکن

احمدیت ؎ میں ایک خرابی بھی دیکھیں گے تو یہ طعنوں کا خط درثمین (صفحہ:130)

لکھتے ہیں کہ اس کو آپ احمدیت کہتے ہیں؟ یہ احمدیت کی تعلیم ہے؟ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ مصرعہ صادق آتا ہے۔

دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار

کہ دل ہمارے ساتھ ہیں اگر منہ ہزار بک بک کریں دل ان کے جانتے ہیں کہ یہ اچھوں کی جماعت ہے اسے اچھا ہونا چاہئے اس سے اچھی توقعات وابستہ ہوتی ہیں۔ پس آپ مجھے کیوں طعنے دلواتے ہیں خواہ مخواہ بیٹھے بٹھائے اور جب غیروں کی طرف سے آواز آتی ہے تو مجھے اور بھی زیادہ اس بات کی تکلیف پہنچتی ہے کہ اپنوں نے کیوں مجھے بروقت اس بات میں متنبہ نہیں کیا میں فوری طور پر جواب طلبی کرتا ہوں امورِ عامہ کی، دوسروں کی، کہ عجیب بات ہے اول تو یہ بتائیں کہ بات سچی ہے کہ نہیں اگر یہ سچی ہے تو آپ کو پہلے دکھائی دینی چاہئے تھی آپ کی طرف سے میں دیکھتا یہ آپ نے کیوں انتظار کیا کہ غیر اٹھے اور مجھے طعنے دے اگر چہ اس طعنے کی اپنی ذات میں کوئی حقیقت ہو یا نہ ہو مگر یہ ایک زیادہ تکلیف دہ صورت بن جاتی ہے۔

پس اپنی معاشرتی برائیوں پر، اخلاقی برائیوں پر، مذہبی برائیوں پر، ملکی قانون کو توڑنے کے لحاظ سے جو خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں ان سب پر نظر رکھیں اور اس پہلو سے اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ احمدیت کو کوئی جائز طعنہ نہ مل سکے۔ جب آپ غیر احمدی مسلمانوں کی بات کرتے ہیں تو وہ تو طعنہ صرف اس وقت دیتے ہیں۔ میں نے جب تحقیق کی ہے جب ان کو کوئی مفاد وابستہ ہو اور ان کو کسی احمدی سے کچھ نقصان پہنچا ہو یا پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ مگر جو دوسری قومیں ہیں مثلاً جرمن۔ وہ جب لکھتے ہیں تو وہ اسلامی نقطہ نگاہ سے لکھتے ہیں ہمیشہ ان کا موضوع یہ ہوتا ہے کہ ہم تو آپ کی جماعت کو اچھا سمجھ رہے تھے مگر ہم نے وہاں یہ یہ برائیاں دیکھیں اور اس کا براہِ راست نقصان اسلام کو پہنچتا ہے اس لئے ان باتوں کو چھوٹا نہ سمجھیں اور ہر طرف ہر احمدی نگران ہو اور خصوصیت سے اصلاحی کمیٹیاں ان باتوں پر غور اور فکر کریں اور مستقل ان بیماریوں کو جڑ سے اکھیڑنے کے لئے کوشش کرتی رہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَلۡمِزُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَلَا تَنَابَزُوۡا بِالۡاَلۡقَابِ تم ایک دوسرے پر طعن نہ کیا کرو۔ اَنۡفُسَکُمۡ اپنے آپ کو طعنے نہ دیا کرو۔ وَلَا تَنَابَزُوۡا بِالۡاَلۡقَابِ اور مختلف تمسخر والے نام یا تحقیر والے نام نہ رکھا کرو۔ بعض قوموں میں نام رکھنے کی عادت ہے اور اس لحاظ سے بھی دنیا کی تمام قوموں میں ہندوستانیوں کو برتری حاصل ہے اس میں کوئی دنیا کی قوم ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی وہ تو فوراً کوئی بات ہو تو نام رکھ دیتے ہیں اور اکثر نام بگاڑے جاتے

ہیں اس طرح۔ کسی کا کچھ نام رکھا ہوا ہے کسی کا کچھ نام رکھا ہوا ہے لیکن بعض نام پیار سے رکھے جاتے ہیں انہیں وہ القاب شمار نہیں کیا جا سکتا جن کا ذکر قرآن کریم فرما رہا ہے اب چھوٹے میاں ہیں۔ چھوٹو رام تھے ان کا تو شاید نام ہی یہی تھا مگر قد چھوٹا ہو تو اس کو چھوٹے میاں، منے میاں کہہ دیتے ہیں اور اس قسم کے نام پیار کے ہوتے ہیں اور وہ نام ان کو تکلیف نہیں دیتے۔ پس وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ کی تعریف حقیقی طور پر یہی ہے کہ ایسا کوئی نام نہ رکھا کرو جس سے اس شخص کو تکلیف پہنچے۔ اگر اس تعریف کے سوا کوئی اور تعریف کرنے کی کوشش کریں گے تو وہ درست ثابت نہیں ہوگی۔ پس تکلیف پہنچانے کی عرض سے کوئی نام نہیں رکھتے اور اگر کوئی نام تکلیف پہنچاتا ہے خواہ نیک نیتی سے رکھا ہو تو اس سے وہ ہاتھ کھینچ لیتے ہیں اور توبہ کر لیتے ہیں۔ وہی نام دینے چاہئیں جن میں پیار کا اظہار ہو محبت کا اظہار ہو۔

وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ میں فرمایا اپنے آپ کو اَنْفُسَكُمْ سے مراد ہے تم اپنے آپ کو۔ ظاہر ہوا کہ اسلامی تصور میں مسلمان بھائی بھائی ہیں اور اس حد تک بھائی بھائی ہیں کہ وہ اگر کسی بھائی کو نقصان پہنچاتے ہیں تو اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔ تو اس انداز سے یہ نصیحت فرما دی کہ تم اگر کسی کو کوئی نقصان پہنچاؤ گے تو اپنے آپ کو نقصان پہنچاؤ گے اور اپنی سوسائٹی کو نقصان پہنچاؤ گے۔ اس میں دو پہلو ہیں اول یہ کہ اَنْفُسَكُمْ کہہ کر اچانک ایک خوابیدہ بھائی چارے کے احساس کو جگا دیا گیا۔ فرمایا تم سمجھتے ہو تم دوسروں کو طعنہ دے رہے ہو تم تو اپنوں کو طعنہ دے رہے ہو بڑے بے وقوف لوگ ہو۔ پھر یہ فرمایا کہ اپنے آپ کو اگر نقصان پہنچاؤ گے تو وہ ساری جماعت کو نقصان پہنچے گا اور ایسی جماعتیں پھر دنیا میں ترقی نہیں کرتیں ان کو بحیثیت جماعت نقصان پہنچ جاتا ہے۔

بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ان باتوں کو فسوق فرمایا ہے۔ فرمایا جب تک تم ایمان نہیں لائے تھے ایسی باتیں کیا کرتے تھے وہ بھی بری تھیں لیکن ایمان لانے کے بعد، پھر ایسی باتیں، یہ تمہیں زیب نہیں دیتیں۔ سجتی نہیں۔

پس یہ کہنا کہ جی ہمارا ملک ہی ایسا ہے وہاں سے ہم لوگ یہی برائیاں لے کے آئے ہیں اور سارے ہی ایسے ہیں اس آیت کے بعد یہ دلیل نہیں چل سکتی۔ فرماتا ہے بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ باقی ایمان تو نہیں لائے کہ ان سے توقعات بلند ہو جائیں۔ تم جو ایمان لے آئے ہو

تم سے اور توقعات ہیں اس لئے سجتی نہیں ہے تم پر بات۔ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ایسی باتیں اور اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے۔ایک عام انسان بھی کسی آدمی کو منہ پہ یہ کہے کہ دیکھو تم کون ہو؟ ایسی باتیں تم پر سجتی نہیں تو اچانک اس کے دل میں ایک شرمندگی کا احساس پیدا ہوتا ہے اور یہ طرزِ نصیحت ہے جو بڑی مؤثر ہے مگر جب اللہ فرمائے اور اپنے عاجز بندوں سے اس طرح پیار سے مخاطب ہو۔جس میں ایک قسم کا شکوہ بھی ہے اور پیار بھی ہے کہ دیکھو ایمان لے آئے ہو۔ایمان کے بعد ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں تو اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی محبت بھی دل میں بڑھنی چاہئے اور جن باتوں سے خدا روکتا ہے غیر معمولی جذبے کے ساتھ ان سے رکنے کی کوشش کرنی چاہئے لیکن ساتھ فرمایا

وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ہم تمہیں پیار سے سمجھا رہے ہیں باز آجاؤ اگر نہیں رکو گے تو پھر ظالم بنو گے اور ظالموں کے ساتھ پھر اللہ تعالیٰ کا سلوک بالکل معلوم اور معروف ہے۔ظالموں سے خدا محبت نہیں کیا کرتا۔خدا سے نجات کے تعلق کے سب رشتے ٹوٹ جائیں گے۔ایک تو یہ مرتبہ ہے کہ تمہاری برائیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ تمہیں پیار سے سمجھا رہا ہے۔اپنا اپنا کہہ کے بلا رہا ہے کہتا ہے تم ایمان والے ہو، تمہیں یہ باتیں زیب نہیں دیتیں اور پھر فرماتا ہے کہ میں تمہیں سمجھا رہا ہوں۔سمجھ جاؤ تو بہتر ہے ورنہ پھر تم ظالم ہو جاؤ گے پھر میں یہ نہیں کہوں گا کہ تم میرے ہو اس لئے تمہیں زیب نہیں دیتیں۔پھر تم سے وہی سلوک ہوگا جو ظالموں کی قوموں سے کیا جاتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ اس پر میں آج کے خطبے کو ختم کروں گا کیونکہ یہ ایک ایسی بیماری ہے جو جرمنی میں کافی پائی جاتی ہے۔بہت سی خرابیوں کی جڑ ظن ہے۔الزام تراشی یہاں تک کہ بعض دفعہ ایسا بھی واقعہ ہوا ہے کہ ایک نسبتاً بڑے علاقے کا افسر ہے یعنی امیر ہے یا صدر ہے بڑے علاقے کا۔ایک مقامی چھوٹی جماعت کا صدر ہے اور امیر کی طرف سے کوئی پکڑ ہوئی ہے چھوٹے عہدیدار کی تو بجائے اس کے کہ وہ اپنی اصلاح کرتا اس نے کوئی چھ سال کی پرانی بات نکال لی اور اس کو شہرت دے دی کہ اس امیر نے یہ حرکت کی تھی۔اب تعجب ہوا مجھے جب اطلاع ملی میں نے تحقیق کروائی، میں نے کہا یہ کیسی جاہلانہ بات ہے اگر وہ ایسی بے ہودہ بات تھی تو چھ سال پہلے کیوں باہر نہیں آئی۔تو پتا چلا کہ اول تو اس وقت بھی ظن ہی تھا اور ایسا ظن تھا جس کی اسلامی معاشرے میں بڑی

سخت سزا دی جاتی ہے اور باہر اس لئے نہیں آئی کہ اس کے ساتھ تعلقات ٹھیک تھے اور غصے کی کوئی وجہ پیدا نہیں ہوئی۔ اب جبکہ بڑے عہدیدار نے چھوٹے عہدیدار کو پکڑا ہے تو انہوں نے کہا اچھا پھر یہ بات ہے تو پھر ایک پرانی بات میں نے سوچی ہوئی تھی کہ تم یہ کیا کرتے تھے اور میں سب کو بتاؤں گا اور بتانا شروع کر دیا۔ پھر تحقیق ہوئی تو مانا کہ ہاں میں نے بتایا ہے لیکن اس نے کہی تھی یا یہ حرکت کی تھی۔ کب کی تھی؟ چھ سال پہلے۔ تو چھ سال تک تم سوئے کیوں رہے اور ذمہ داری اس کی پتا کس پر ڈالی؟ مجھ پر۔ کہتے تھے انہوں نے خطبے دیئے تھے کہ تقویٰ اختیار کرو میں نے تقویٰ اختیار کر لیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون اگر یہی تقویٰ کا پیغام آپ کو پہنچا ہے تو میری توبہ پھر اس تقویٰ سے۔ جہالت ہے یہ تو ایسا الزام ہے مجھ پر کہ اپنے جرم میں مجھے بھی آپ شامل کر رہے ہیں۔ وہ فعل اپنی ذات میں ایک نہایت مکروہ فعل ہے۔ ظن پر کسی پر الزام لگانا اور اسلام اس کے خلاف سختی کی تعلیم دیتا ہے۔ بڑی سخت سزا مقرر کی گئی ہے اور پھر چھ سال تک خاموش بیٹھا رہے انسان، اور تقویٰ کی بات سن کر یہ گناہ کی بات یاد آ جائے کہ یہ گناہ میں نے کرنا تھا میں کر نہیں سکا۔ ایسے آدمی کی تو جماعت میں کوئی گنجائش نہیں۔ جماعت تو اپنا فیصلہ کرے گی لیکن میں جماعت جرمنی کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ یہ پہلی بار نہیں ہے کہ ظن کے اوپر آپس میں اختلافات پھیلے ہوں اور افتراق پیدا ہوا ہو وہاں یہ بیماری عام ہے۔ ایک دوسرے کی ٹوہ لگاتے ہیں سوچتے ہیں کہ اس نے یہ کیا ہوگا اس کے بعد یا اس کو مشتہر کرنا شروع کر دیتے ہیں یا انتقام لینے کے لئے پلے باندھ کے بیٹھ جاتے ہیں۔ آج نہیں تو کل اللہ تعالیٰ ان کو ننگا کرے گا اور ان سے نظامِ جماعت بھی سختی سے سلوک کرے گا یعنی وہ سختی جو انتظامی سختی ہوا کرتی ہے۔ مگر میں جماعت جرمنی کو نصیحت کرتا ہوں وہ تقویٰ اختیار کریں استغفار سے کام لیں۔ اس طریق پر آپ کی اصلاح کے دروازے بند ہو جائیں گے اگر آپ ان بدیوں سے باز نہیں آئیں گے۔

بہر حال یہ چند نصیحتیں ہیں۔ وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا نصیحت ہے آخر پر جو بہت ہی اہمیت رکھتی ہے۔ فرمایا دراصل بعض برائیوں کی جڑھ اس بات میں ہے کہ تم ایک دوسرے کے خلاف ان کی پیٹھ پیچھے باتیں کرتے رہتے ہو۔ ان کو بدنام کرتے رہتے ہو اور اس میں لطف اٹھاتے ہو۔ فرمایا تمہیں علم نہیں ہے کہ یہ کیسی گندی اور ذلیل حرکت ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے تمہارا بھائی مر جائے تو مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے لگو۔ فرمایا فَكَرِهْتُمُوْهُ تم اس سے

کراہت کرتے ہو اور کَرِهْتُمُوْهُ کا ایک مضمون یہ ہے کہ اب سن لیا نا تم کیسی کراہت کر رہے ہو لیکن روز مرہ یہی گوشت کھاتے ہو یہی گند کرتے ہو۔ تو یہ بات خصوصیت کے ساتھ جماعت جرمنی کو مضبوطی سے پکڑ لینی چاہئے کہ اگر کسی بھائی کے پیچھے اس کی برائی ہو رہی ہے تو اس مجلس میں اٹھ کر اس کو کہا جائے یہ جائز نہیں ہے، ہم یہ پسند نہیں کرتے۔ اگر وہ باز نہیں آتا تو اس مجلس سے اٹھ کے آجائیں اور کوشش کریں کہ معاشرے سے اس بدی کی بیخ کنی ہو جائے اس کا قلع قمع ہو جائے اس کی جڑیں اکھاڑ کے پھینک دی جائیں اور بھی بہت سی نصیحتیں تھی جو کر سکتا تھا اس معاملے میں لیکن مجلس شوریٰ کو میں آخر پر یہی نصیحت کرتا ہوں کہ یہ اور اس سے ملتی جلتی دوسری برائیاں جن پر آپ کی نظر ہے ان کو دور کرنے کے لئے خصوصیت سے پروگرام بنائیں اور ان پر عمل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے توفیق چاہتے رہیں۔ دعاؤں کے ساتھ کوشش کریں تا کہ ہم جو بڑی تیزی سے جرمنی میں خدا کے فضل کے ساتھ پھیل رہے ہیں ہم برائیاں لے کر دوسروں تک نہ پہنچیں بلکہ برائیاں دور کرنے والے بن کر ان تک پہنچیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔